ابن الملقن کا "التوضیح لشرح الجامع الصحیح "میں منہج واسلوب

* حافظ احسان اللہ

** عبد الرؤف ظفر

Abstract

The name of imam ibnmulaqqin(723 – 804 AH) is included in the famous names of muhaddithin of eighth centryhijri. Muhaddithibnmulaqqin is famous in history due to his prominent work in hadith."Altodheh le sharh el jami us sahih" of detailed commentary sahebukhari is evident service in his various employments. The Ministry of Endowments and Islamic Affairs of the State of Qatar has published for the first time on the modern press, the commentary on Imam al-Bukhari'sSahih by Imam Siraj-ud-Din ibnul-Mulaqqin in 36 volumes in 2008.

ibnmulaqqincollected different sciences and arts in his book. The book al todheh gained eminent placeamong different commentaries of sahi h bukhari.many commentaries had been written before al todheh, but did not detail any commentary as much as ibnulmulaqqin commentary, still different commentaries have different qualities , for example some commentaries explain the vowel point and some give the detail of word meanings. Still Priestibnulmulaqqin produced all things of commentary have extremely manners in al todheh. In this article there will be produced the manners of al todheh, so that we know how the priest discuss in commentary hadith, the method of commentary hadith and manners.

تمہید :

قرآن وحدیث اسلامی مصادر میں اولین درجہ کے حامل ہیں، جن کو وحی متلو اور غیر متلو کے فرق سے الگ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ حجت ہونے میں دونوں میں کچھ فرق نہیں، صحیح حدیث بھی قرآن کریم کی مانند حجت اور مصدر دین ہے۔ حدیث رسول کی اسی اہمیت کی بنا پر آغاز اسلام سے اس کی مختلف جہات سے خدمت کی گئی۔ محدثین کرام نے احادیث کو بیرونی مداخلت سے محفوظ رکھنے کے لئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ جن میں ایک نمایاں نام امام محمد بن اسماعیل البخاری

* ایم فل سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان

** سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونی ورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پاکستان

[م۲۵٦ھ]کا ہے۔ جن کی الجامع الصحیح کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا لقب حاصل ہے۔ صحیح بخاری کو ابتدا ہی سے بہت مقبولیت حاصل ہے جس کا مظہر صحیح بخاری کی کثرت شروح بھی ہیں۔ صحیح بخاری کی شروحات الگ سے ایک میدان ہے جس میں بہت سے کبار علماء کرام نے اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔

صحیح بخاری کی شروحات کی مکمل تعداد معلوم کرنا تو شاید ناممکن ہے لیکن بعض علماء نے اسکے بارے میں تعداد بتلائی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

حاجی خلیفۃ نے کشف الظنون میں 82 شروحات صحیح بخاری پر کلام کیاہے۔[1]

زکریا کاندھلوی نے مقدمہ لامع الدراری میں شروحات کی تعداد 130 بتلائی ہے۔[2]

جبکہ صحیح بخاری پر علماء کرام کی شروح اور حواشی کے بارے میں محمد عصام عرار الحسینی کی کتاب "اتحاف القاری بمعرفۃ جھود واعمال العلماء علی صحیح البخاری "نہایت معتبر اور علمی کتاب ہے۔ تتبع بسیار کے باوجود مکمل کتاب نہیں مل سکی، صرف ابتدائی 200 صفحات پر مشتمل جزء ملاہے جس سے مکمل شروحات کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ جبکہ دکتور احمد معبد عبد الکریم کے بیان کے مطابق اس کتاب میں ذکر کردہ شروح اور تعلیقات کی تعداد 375 ہے۔[3]

اسی طرح اردو زبان میں مولانا عبد السلام مبارکپوری کی کتاب "سیرۃ البخاری" میں بھی 108 عربی شروح کا تعارف پیش کیا گیاہے اور فارسی اور اردو وغیرہ کی ملا کر مکمل 142 کتب کا تذکرہ کیاہے۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی میں 1966ء میں غزالہ حامد نے "شروح صحیح بخاری" کے عنوان سے ایم اے کا مقالہ لکھا، جو کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف سے مطبوع ہے۔ اس کتاب میں بھی 207 شروح وحواشی کا تذکرہ کیا گیاہے۔ رضوان جامع رضوان نے "السامع والقاری فی فوائد صحیح البخاری للسخاوی" کے مقدمہ میں ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جن میں سے چند ایک اہم نام درج ذیل ہے:

أعلام السنن لمحمد بن محمد الخطابي (ت: 386ه-)

شرح صحيح البخاري لابن بطال القرطبي المالكي (ت: 449ه-)

شرح مشكل البخاري لمحمد بن سعيد بن يحيى بن الدبيثي الواسطي (ت: 637ه-)

شرح البخاري للإمام يحيى بن شرف النووي (ت:676ه-)

البَدْرُ المنِير السَّاري في الكَلام على البخاري لعبد الكريم بن عبد النور بن منير الحلبي (ت:735ه-)

شَوَاهِدُ التَّوْضِيحِ والتَّصْحِيحِ لِمُشْكِلاتِ الجَامِعِ الصَّحِيحِ لمحمد بن عبد الله بن مالك (ت:672ه-)

العَقْدُ الجَلِيُّ في حلِّ إشكال الجامع الصحيح للبخاري لأحمد بن أحمد الكردي (ت:763ه-)

التنقيح في شرح الجامع الصحيح لمحمد بن بهادر الزركشي (ت:794ه-)

الراموز على صحيح البخاري لعلي بن محمد اليونيني (ت:701ه-)

التوضيح شرح الجامع الصحيح لعمر بن علي بن الملقن (ت:804ه-) [4]

اس فہرست سے خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحیح بخاری کو امت میں کتنی مقبولیت حاصل ہے اور علماء امت نے اسکی کتنی خدمت سرانجام دی ہے۔اس فہرست میں ایک نمایاں نام امام سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن(م ۸۰۴ھ) کا بھی ہے۔ جنہوں نے صحیح بخاری کی نہایت ضخیم شرح "التوضیح لشرح الجامع الصحیح" کے نام سے لکھی جو کہ ۲۰۰۸ء میں ۳۶ جلدوں میں طبع ہو کر منصہ شہود پر آئی۔ابن الملقن کییہ شرح متاخرین کے ہاں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔علامہ دمامینی، ابن حجر، عینی، قسطلانی وغیرہ نے اس سے خاصا استفادہ کیا ہے۔خصوصا حافظ ابن حجر کے بنیادی مصادر میں شامل ہے، انہوں نے انسے خاصی مقدار میں نقل کیا ہے۔اکثر نقل کرتے ہوئے یا تو ان کا نام ذکر کرتے ہیں یا پھر "شیخنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس سے انکی مراد امام ابن الملقن ہوتے ہیں۔

اس آرٹیکل میں "التوضیح" کے منہج واسلوب کو پیش کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ امام موصوف شرح حدیث میں کن امور کو زیر بحث لاتے ہیں، شرح حدیث کا طریقہ کار اور انکا منہج واسلوب بھی معلوم ہو سکے۔

ابن الملقن کامقدمہ میں شرح کے مقاصد کی وضاحت :

شارح نے التوضیح کے مقدمہ میں اپنے مقاصد کی بابت وضاحت کی ہے کہ میں اس شرح میں دس چیزوں کو بیان کروں گا جو کہ درج ذیل ہیں:

1. سند کی دقیق ابحاث کا تذکرہ
2. راویوں کے ناموں، متن حدیث اور لغت کا صحیح ضبط اور غریب الفاظ کا بیان
3. وہ راوی جن کی کنیت اور آباء کا نام مذکور ہو انکے ناموں کا تذکرہ کرنا
4. مختلف اور مؤتلف [راویوں] کا بیان
5. صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے تمام تر احوال کا تذکرہ، تابعین یا تبع تابعین میں سے اگر کسی پر کوئی نقد ہو تو اس کا بیان اور رد [لیکن یہ کلام بالاختصار ہو گا]

6. صحیح بخاری میں احادیث کی مختلف اقسام کی وضاحت کرنا مثلا مرسل، منقطع، مقطوع وغیرہ۔ ارسال اور وقف کے کئے گئے اعتراضات کا رد پیش کرنا
7. صحیح بخاری کی فقیہانہ ابحاث، مسائل کا استنباط، اور تراجم ابواب کے اسرار کو بیان کرنا، کیونکہ اس میں ایسے اسرار ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر ناظر حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے اصل الحدیث اور اس کے مرجع کی طرف احالہ کرنا وغیرہ
8. صحیح بخاری کی معلق، مرسل اور مقطوع روایات کی اسانید بیان کرنا
9. صحیح بخاری میں واقع ابہام اور اماکن کو بیان کرنا
10. صحیح بخاری سے مستنبط اصول، فروع، آداب اور زھد وغیرہ کو بیان کرنا، مختلف فیہ احادیث کو جمع کرنا، ناسخ منسوخ کو بیان کرنا، عام خاص، مجمل مبین کی وضاحت کرنا، مختلف مذاھب اور انکے دلائل ذکر کرنا۔[5]

امام بخاری کی قائم کردہ کتاب کی وضاحت :

امام ابن الملقن حدیث کی شرح کے آغاز میں اکثر امام بخاری کی طرف سے قائم کردہ کتاب کی وضاحت کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب "کتاب الایمان" میں دوباب اور انکی احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"لما فرغ البخاري رحمه الله من ابتداء الوحي عَقَّبه بذكر الإيمان، ثم بالصلاة بمقدماتها الطهارات ثم بالزكاة ومتعلقاتها، ثم بالحج ومتعلقاته، ثم بالصوم. وقصد الاعتناء بالترتيب المذكور في حديث ابن عمر هذا الذي ساقه، وإن وقع في بعض روايات "الصحيح" تقديم الصوم على الحج.

والكتاب مصدر سمي به المفعول مجازًا، وهو خبر مبتدأ محذوف، أي: هذا كتاب ولفظة (ك. ت. ب) في جميع تصاريفها راجعة إلى معنى الجمع والضم؛ ومنه الكتاب والكتيبة والمكتوب والكاتب وهو في اصطلاح المصنفين كالجنس الجامع لأبواب أو مسائل.

والإيمان في اللغة: التصديق، وفي الشرع: تصديق خاص، كما ستعلمه."[6]

[جب امام بخاری آغاز وحی کے بیان سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد ایمان کا تذکرہ کیا، پھر نماز اور اس کے مقدمات طہارت کا پھر زکاۃ اور اس کے متعلقات کا، پھر حج اور اسکے متعلقات، پھر روزوں کا۔ اس ترتیب میں انہوں نے ابن عمر کی مذکورہ حدیث کو ملحوظ رکھا ہے، اگرچہ صحیح بخاری کی بعض روایات میں صوم کو حج پر مقدم ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب مصدر ہے، مفعول[مکتوب]کا نام مجازی طور پر رکھا گیا ہے، یہ محذوف مبتدا کی خبر ہے یعنی هذا كتاب، ك. ت. ب کے تمام تر اشتقاق میں جمع اور ضم کرنے کا معنی پایا جاتا ہے اسی سے الکتاب، الکتیبۃ، المكتوب اور الكاتب کا لفظ ہے۔ مصنفین کی اصطلاح میں ایسی جنس جو مختلف ابواب اور مسائل کی جامع ہو کتاب کہلاتی ہے۔ ایمان لغت میں تصدیق کرنے کو کہتے ہیں اور شرع میں خاص تصدیق کا نام ہے۔]

یعنی پہلے صحیح بخاری کی کتب کی آپس میں مطابقت بیان کی ہے اور پھر کتاب کی لغوی اور نحوی صرفی وضاحت کی ہے اور پھر ایمان کی لغوی اصطلاحی تعریف کی ہے۔

اسی طرح کتاب المحصر میں پہلا باب ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وأن أصله المنع والحبس، وقد يكون بعدو وقد يكون بمرض" [7]

[کہ احصار کا اصل معنی ہے روکنا اور منع کرنا، کبھی یہ رکاوٹ دشمن کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی مرض کی وجہ سے۔]

اسی طرح کتاب الشفعۃ میں بھی سب سے پہلے "الشفعۃ" کے اعراب، اسکے حروف اصلی اور اسکے مفہوم کے بارے میں کلام کیا ہے۔[8]

اسی طرح کتاب النکاح اور دیگر کئی کتب خصوصا جن کا مفہوم قابل شرح ہو شارح سب سے پہلے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

ترجمۃ الباب اور احادیث کے مابین مناسبت :

ترجمۃ الباب وہ عنوان ہوتا ہے جسکو امام بخاری اپنے مقصود کی طرف ایک رمز کے طور پر ذکر کرتے ہیں اور پھر اسکے تحت ایسی احادیث ذکر کرتے ہیں جو اسکے متعلق اور اس سے مناسبت رکھتی ہوں۔

امام بخاری محدث ہونے کے ساتھ ساتھ کمال درجہ کی فقاہت سے بھی مالا مال تھے۔ ان کی فقاہت کا بہت بڑا مظہر صحیح بخاری کے ابواب ہیں، جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ " فقہ البخاری فی تراجمہ " امام بخاری کی فقاہت انکے تراجم ابواب میں {نمایاں ہوتی} ہے

اسی بنا پر صحیح بخاری کے تراجم ابواب بعض اوقات خاصے دقیق ہوتے ہیں جسکی بنا پر شارحین نے تراجم ابواب کو بالخصوص ذکر کیا ہے

-

امام ابن الملقن نے بھی مقدمہ میں اپنے اہداف و مقاصد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"سابعها: فِي بيان غامض فقهِهِ، واستنباطه، وتراجم أبوابه؛ فإنّ فيه مواضع يتحيرُ الناظرُ فيها، كالإحالة عَلَى أَصْل الحديث ومخرجه، وغير ذَلِكَ مما ستراه."[9]

[7: صحیح بخاری کی فقیہانہ ابحاث، مسائل کا استنباط، اور تراجم ابواب کے اسرار کو بیان کرنا، کیونکہ اس میں ایسے اسرار ہوتے ہیں جن کو دیکھ کر ناظر حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسے اصل الحدیث اور اس کے مرجع کی طرف احالہ کرنا وغیرہ]

اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے شارح نے شرح میں ترجمۃ الباب اور حدیث کے مابین مناسبت بیان کرنے کا خاصا اہتمام کیا ہے۔وضاحت کے لئے چند ایک امثلہ درج کی جاتی ہیں:

کتاب الایمان میں " باب ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾" کے تحت ذکر کرتے ہیں:

"ومقصوده بذلك أن مرتكب المعصية لا يكفر، ولا يخرج بذلك عن اسم الإيمان والإسلام، وهذا مذهب أهل السنة."[10]

[امام بخاری کا اس[باب کو قائم کرنے]سے مقصد یہ ہے کہ معصیت کا مرتکب کافر نہیں ہو گا اور وہ اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے ایمان اور اسلام کے نام سے خارج نہیں ہو گا ،یہی اہل السنۃ کا مذہب ہے۔]

شارح امام بخاری کی طرف سے ذکر کردہ ابواب کی صرف تشریح وتوضیح ہی نہیں بلکہ اگر اس پر کوئی اعتراض وارد ہو رہا ہو تو اس کا جواب بھی دیتے ہیں جیسا کہ کتاب الایمان کے مذکورہ باب تحت ہی رقمطراز ہیں:

"فإن قُلْتَ: إنما سمي فِي الآية مؤمنًا، وفي الحديث مسلمًا حال الالتقاء لا فِي حال القتال وبعده، قُلْتُ: الدلالة من الآية ظاهرة، فإن قوله تعالى: ﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾[11] سماهما أخوين بعد القِتال، وأمر بالإصلاح بينهما؛ ولأنهما عاصيان قبل القِتال، وهو من حين سعيا إليه وقصداه. والحديث محمول عَلَى معنى الآية. "[12]

[اگر یہ اعتراض ہو کہ آیت کریمہ میں مومن اور حدیث میں مسلم کا نام انسے ملاقات کی حالت میں دیا گیا ہے نہ کہ قتال اور اسکی بعد والی حالت کا، تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ آیت کی دلالت تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ انکا نام "بھائی" قتال کے بعد رکھا گیا ہے اور انکے مابین اصلاح کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ وہ دونوں قتال سے قبل بھی نافرمان تھے اور جب انہوں نے اسکی کوشش اور قصد کیا، اور حدیث کو آیت کے معنی پر محمول کیا جائے گا۔"

اسی طرح کتاب الایمان میں باب ظلم دون ظلم کے تحت حدیث کی ترجمہ سے مناسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مناسبة الحديث للتبويب أن الإيمان تمامه بالعمل، وأن المعاصي تنقصه، ولا تخرجه إلى الكفر."[13]

[حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ ایمان کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے اور معاصی ایمان کو کم کرتے ہیں، کفر کی طرف خارج نہیں کرتے۔]

کتاب البیوع باب التجارۃ فی البحر میں امام ابن طھمان الوراق کے استدلال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"من استدلاله بالآية حسن: لأن الله تعالىجعل تسخير البحر، لعباده؛ لابتغاء فضله من نعمه التي عدها لهم، وأراهم في ذَلِكَ عظيم قدرته، وسخر الرياح باختلافها تحملهم وترددهم، وهذا من عظيم آياته، ونبههم عَلَى شكره عليها بقوله: ﴿وَلَعَلَّكُم تشَكُرُونَ﴾"[14]

[انکا آیت سے استدلال نہایت خوبصورت ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے سمندر کو بندوں کے لئے مسخر کیا ہے، اپنی شمار کنندہ نعمتوں میں سے فضل کو تلاش کرنے کے لئے اور انکو اس میں اپنی عظیم قدرت دکھائی ہے۔ اور ہواوں کو مسخر کیا ہے جو انکو[سمندر میں] اٹھاتی اور ادھر اُدھر لے جاتی ہیں اور یہ بھی اللہ تعالی کی عظیم نشانی ہے۔ پھر اللہ تعالی نے ان بندوں کو اپنے شکر پر اس قول ﴿وَلَعَلَّكُم تشَكُرُونَ﴾ کے ذریعے متنبہ کیا ہے۔]

اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات ہیں جہاں شارح نے ترجمۃ الباب اور احادیث میں مناسبت کو بالخصوص بیان کیا ہے۔

تاہم صحیح بخاری میں کئی ایک مقامات ایسے بھی ہیں جہاں ترجمۃ الباب اور احادیث میں مناسبت نہایت واضح ہوتی ہے [جیسا کہ بعض مقامات پر احادیث کے الفاظ کابعینہ ترجمۃ الباب قائم ہوتا ہے] اس لئے شارح نے بھی اسکی وضاحت سے گریز کیا ہے۔

ذیل میں مثال کے طور پر چند ایک مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

کتاب الایمان کے "باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" کے تحت باب اور حدیث میں مطابقت کے بارے میں گفتگو نہیں کی کیونکہ حدیث کے الفاظ ہی سے باب قائم کیا گیا ہے۔[15]

اسی طرح اس سے آگے والے باب "ای الاسلام افضل" میں بھی حدیث کے الفاظ ہی باب کا حصہ ہیں اس لئے شارح نے کلام کی ضرورت محسوس نہ کی۔[16]

اس کے علاوہ بھی کئے ایک مقامات ایسے ہیں جہاں شارح ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت واضح ہونے کی وجہ سے گفتگو نہیں کرتے اور شرح کے متعلق دوسری ابحاث ذکر کرتے ہیں۔

سندحدیث اور رواۃ پر کلا م :

امام ابن الملقن راویان حدیث کے تمام احوال کے متعلق مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ فن اسماء الرجال میں مہارت تامہ کی شاہد انکی تصانیف ہیں۔ التوضیح میں بھی انہوں نے رواۃ حدیث اور سند کی دقیق ابحاث کا خاصا تذکرہ کیا ہے۔

شارح حدیث کی شرح کا آغاز کرتے ہوئے باب اور ترجمہ کے متعلق بنیادی معلومات کے بعد رواۃ حدیث کے متعلق گفتگو کرتے ہیں جس میں راوی کا نام ونسب، اساتذہ وشاگرد، مناقب اور تاریخ وفات مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

کتاب الایمان باب دعائکم ایمانکم کے تحت عبید اللہ بن موسی کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں:

"وأما الراوي عن حنظلة فهو السيد الجليل أبو محمد عبيد الله بن موسى بن باذام العبسي -بالموحدة- مولاهم الكوفي الثقة، سمع الأعمش وخلقًا من التابعين، وعنه أحمد والبخاري وغيرهما، وروى مسلم وأصحاب السنن الأربعة عن رجل عنه، وكان عالما بالقراءات رأسًا فيها. مات بالإسكندرية سنة ثلاث عشرة ومائتين في ذي القعدة، وقيل: سنة أربع عشرة "[17]

[حنظلہ سے بیان کرنے والے سید ابو محمد عبید اللہ بن موسی بن باذام ہیں جو کہ کوفی اور ثقہ ہیں، انہوں نے امام اعمش اور تابعین کی ایک جماعت سے سنا ہے، انسے امام احمد، امام بخاری اور دیگر نے روایت کی ہے، امام مسلم اور سنن اربعہ کے مؤلفین نے انسے روایات نقل کی ہیں، یہ قراءات کے عالم اور اس فن میں امام تھے، اسکندریہ میں ذی القعدہ میں سن 213 یا214ھ کو وفات پائی۔]

بعض اوقات راوی کے متعلق اعتراضات، انکا رد اور مکمل تفصیل بھی ذکر کرتے ہیں۔ سند حدیث کے لطائف اور فوائد ذکر کرنے کے ساتھ بعض دیگر روایات پر حکم بھی لگاتے ہیں۔ صحیح بخاری کے روایت کے متعلق اگر کوئی نقد ہو تو اس کا بھی مکمل جائزہ لیتے ہیں۔

صحیح بخاری کے مختلف نسخوں کا تقابل :

قرون اولی کے محدثین کرام کی مجالس سماع حدیث اور تلامذہ کے مختلف ہونے کی بنا پر لا محالہ کتابت حدیث اور الفاظ میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ اسی بنا پر کتب احادیث کے مختلف راویوں کے نسخوں میں بھی اختلاف در آتا ہے۔ لیکن یہ اختلاف ہر گز ایسا نہیں ہوتا جو کہ متن یا سند حدیث میں قدح کا باعث بنے کیونکہ اس میں زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ ایک راوی نے ترجمۃ الباب میں بسم اللہ ذکر کی، دوسرے نے نہ کی۔ اسی طرح احادیث کو آگے پیچھے نقل کر دینا یا پھر بعض مقامات پر احادیث کے الفاظ میں بھی ایسا اختلاف ہو جاتا ہے جو کہ مفہوم حدیث میں معنی کی تبدیلی کا موجب نہیں بنتا۔ جس میں بسا اوقات مصنف نے خود اپنے

اساتذہ سے مختلف الفاظ سے سنا ہوتا ہے اسلئے مختلف شاگردوں کو مختلف الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ تمام الفاظ محفوظ رہ سکیں۔

انہیں اسباب کی بناپر صحیح بخاری کے بھی مختلف نسخے رائج رہے ہیں۔شارحین کرام کا عمومی طرز عمل یہی رہاہے کہ ایک معتمد نسخے پر اعتماد کرکے عموماروایات اسی سے بیان کرتے ہیں اور شرح میں جہاں ان نسخوں میں زیادہ اختلاف موجود ہو اس کو شرح میں بیان کرتے ہیں۔

امام ابن الملقن نے بھی التوضیح میں اسی اسلوب کو اپنایاہے۔انہوں نے "روایۃ ابی الوقت عن الداودی عن الحموی عن الفربری عن البخاری" کو اصل قرار دیکر اس سے نقل کیاہے۔تاہم شرح میں بہت سے مقامات پر جہاں دوسرے نسخوں میں اختلاف موجود تھا اسکو بھی بیان کرتے ہیں۔وضاحت کیلئے چند ایک امثلہ درج کی جاتی ہیں۔

کتاب الصلوۃ باب تشبیک الاصابع فی المسجد وغیرہ میں احادیث ذکر کرنے کے بعد پہلی حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هذا الحديث ليس موجودًا في أكثر نسخ الصحيح، ولا استخرجه الحافظان الإسماعيلي وأبو نعيم، ولا ذكره ابن بطال، وفي بعض النسخ، ملحقًا على الحاشية."[18]

[یہ حدیث صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی حافظ اسماعیلی اور ابونعیم نے اس کا استخراج کیاہے اور ابن بطال نے بھی اسکو ذکر نہیں کیا،بعض نسخوں میں یہ حاشیہ کے ساتھ ملحق ہے۔]

اسی طرح کتاب التوحید والرد علی الجھمیۃ میں باب ماجاء فی قول اللہ ﴿ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین﴾ کے تحت ذکر کرتے ہیں :

"وفي أصول البخاري: "وقالت النار" ولم يذكر القول، وزيد في بعض النسخ: "أوثرت بالمتكبرين" فادعى ابن بطال أنه سقط قول النار من هذا الحديث في جميع النسخ، وهو محفوظ" [19]

[صحیح بخاری میں "وقالت النار"کا ذکر ہے لیکن مقولہ مذکور نہیں ہے،بعض نسخوں میں "أوثرت بالمتكبرين" کے الفاظ زائد ہیں ،ابن بطال نے یہ دعوی کیاہے النار کا مقولہ اس حدیث سے صحیح بخاری کے تمام نسخوں سے ساقط ہے،اور یہ الفاظ محفوظ ہیں۔]

اسی طرح کتاب الایمان باب حسن اسلام المرء کے تحت روایت کے اتصال اور تعلیق کے مابین اختلاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هذا الحديث أخرجه هنا معلقًا فإن بينه وبين مالك واسطة؛ لأنه لم يسمع منه، وقد وصله أبو ذر الهروي في بعض النسخ.فقال أبو ذر: أنا النضروي، ثنا الحسين بن إدريس، ثنا هشام بن خالد ، ثنا الوليد بن مسلم، ثنا مالك، فذكره."[20]

[اس حدیث کو انہوں نے یہاں معلق بیان کیا ہے کیونکہ انکے اور امام مالک کے مابین ایک واسطہ ہے، انہوں نے بذات خود امام مالک نہیں سنا، ابو ذر الھروی نے بعض نسخوں میں اسکو موصول بیان کرتے ہوئے یہ سند بیان کی ہے: أنا النضروي، ثنا الحسين بن إدريس، ثنا هشام بن خالد ، ثنا الوليد بن مسلم، ثنا مالك،]

اسی حدیث کے الفاظ میں اختلاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله: ("زلّفها") هو بتشديد اللام كما ضبطه النووي، يُقال: زلَّفه يزلِّفه تزليفًا إذا قدمه، وأزلفه إزلافًا مثله، ويقع في بعض النسخ: أزلفها." [21]

[زلّف کا لفظ لام کی تشدید کے ساتھ ہے جیسا کہ امام نووی نے بیان کیا ہے، کہا جاتا ہے زلَّفه يزلِّفه تزليفًا جب وہ اسکو آگے لائے [نزدیک کرے] اور أزلفه إزلافًا بھی اسکے ہم معنی ہے، بعض نسخوں میں أزلفها کا لفظ آیا ہے۔]

اس کے علاوہ بھی بہت سے مقامات ہیں جہاں انہوں نے نسخوں میں واقع ہونے والے اختلاف کو بیان کیا ہے۔ جس سے شارح کی مختلف نسخوں پر عمیق نظر کا خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[22]

الفاظ کی لغوی تحقیق و توضیح :

شارحین کرام کے اہم مقاصد واہداف میں مشکل اور غریب الفاظ کی توضیح کرنا شامل رہا ہے۔ کیونکہ حدیث کی تفہیم اور اس سے مسائل کا استخراج واستنباط اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب اس کے الفاظ کا معنی ومفہوم مکمل طور پر واضح ہو۔

امام ابن الملقن نے بھی مقدمہ میں اپنے اہداف میں یہ بات بالخصوص شامل کی تھی کہ غریب الفاظ کی مکمل تحقیق وتوضیح کریں گے۔ مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

"ثانيها: في ضبط ما يشكل من رجاله، وألفاظِ متونِهِ ولغتِهِ، وغريبِهِ." [23]

[2: راویوں کے ناموں، متن حدیث اور لغت کا صحیح ضبط اور غریب الفاظ کا بیان]

اسی مقصد کی تکمیل کرتے ہوئے انہوں نے شرح میں ان تمام الفاظ کا مکمل حل پیش کیا ہے جن کو سمجھنے میں کسی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہو۔ یوں تو التوضیح میں جابجا غریب الفاظ کی وضاحت موجود ہے تاہم صرف وضاحت کے لئے چند ایک مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

کتاب مواقیت الصلوۃ باب رفع الصوت بالنداء کے تحت "البادیۃ" کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" البادية: الصحراء التي لا عمارة فيها "[24]

[بادیۃ اس صحراء کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی عمارت نہ ہو۔]

اسی طرح کتاب التفسیر باب تفسیر الرویا بعد صلوۃ الصبح کے تحت "یحش" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وقوله: ("وإذا عنده نار يحشها"). أي: يحركها لتتقد، يقال: حششت النار أحشها حشًا إذا أوقدتها وجمعت الحطب إليها، وكل ما قوي بشيء فقد حش به، قاله صاحب "العين" "[25]

[حدیث کا یہ قول کہ" وإذا عنده نار يحشها " یعنی [اس کے پاس آگ تھی] وہ اسکو حرکت دے رہا تھا تاکہ وہ جل جائے۔ "حششت النار أحشها حشًا" اس وقت کہا جاتا ہے جب آپ لکڑیاں اکھٹی کر کے اسکو جلائیں۔ اور ہر وہ چیز جو دوسری چیزوں کو تقویت پہنچائے اس کو "حش به" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ صاحب العین [امام خلیل] کا قول ہے۔]

واضح رہے کہ امام ابن الملقن الفاظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے اس فن کے جلیل القدر ائمہ سے بھی بہت سا کلام نقل کرتے ہیں، لغت کی اس وقت تک لکھی گئی معتبر کتب سے استفادہ کرتے ہیں اور ان ائمہ کا یا انکی کتب کا نام ذکر کر کے ان کا کلام نقل کرتے ہیں اور بسا اوقات ایک لفظ کی وضاحت میں کئی علماء کا کلام ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ کتاب الایمان باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان والساعۃ" کے تحت حدیث کے لفظ" بھم " کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" "البُهم": صغار الضأن والمعز، هذا قول الجمهور، وقال الزبيدي في "مختصر العين": البُهمة اسم لولد الضأن والمعز والبقر، وجمعه: بهم وبهام، وأما البهيمة فهي ذوات الأربع من دواب البر والبحر.وذكر التيَّاني في "الموعب": أن البهم صغار الضأن، الواحدة بهمة للذكر والأنثى والجمع بهم، وجمع البهم: بهام وبهامات. وفي "المخصص": تكون بعد العشرين يومًا بهمة من الضأن والمعز إلى أن تفطم.وفي "المحكم": وقيل: هو بَهْمَة إذا شَبَّ، والجمع: بَهْم وبُهْم وبهام، وبهامات جمع الجمع، وقال ثعلب: البهم: صغار المعز.

وفي "الجامع" للقزاز: بَهْمة مفتوحة الباء ساكنة الهاء، يقال لأولاد الوحش من الظباء، وما جانس الضأن والمعز: بهم.وفي "الصحاح": البِهَام جمع بَهْم. والبَهْم جمع بَهْمَة. والبَهْمَة للمذكر والمؤنث للضأن خاصة، والسِّخَال أولاد المعز، وإذا اجتمعت البِهَام والسخال قُلْتَ لهما جميعًا: بِهَام وبَهْم أيضًا. وفي "المغيث" لأبي موسى المديني: وقيل: البَهْمة: السَّخْلة. "[26]

مذکورہ مثال میں انہوں نے " بھم " کے لفظ کی وضاحت کیلئے 8 ائمہ اور انکی کتب کا حوالہ درج کیا ہے۔

اسی طرح گاہے بگاہے بہت سے ماہرین لغت کا کلام نقل کرتے رہتے ہیں جیسا کہ کتاب الجنائز میں باب زیارۃ القبور میں" زائرات اور زوارات " میں فرق بیان کرتے ہوئے امام قرطبی کا قول نقل کیا ہے:

" قال القرطبي: ويُمكن أن يُقال إنَّ النِّساءَ إنما يُمنعن من إكثار الزيارة؛ لما يؤدي إليه الإكثار من تضييع حقوق الزوجِ، والتبرج والشهرة والتشبه عن تلازم القبور لتعظيمها، ولما يخاف عليها من الصراخ، وغير ذلك من المفاسد، وعلى هذا يُفرق بين الزائرات والزوَّارات "[27]

[امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو کثرتِ زیارت سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے خاوند کے حقوق کی حق تلفی ہوتی ہے، عورتیں بناو سنگھار اور شہرت کیلئے ایسا کرنے لگ جاتی ہیں، اور قبروں کو تعظیم کیلئے لازم پکڑنے سے مشابہت ہوتی ہے، اور انکی چیخ وپکار کا بھی ڈر ہوتا ہے، اور اسکے علاوہ بھی کئی ایک مفاسد ہیں۔ لہذا زائرات اور زوارات میں فرق کیا جائے گا۔]

فقہ الحدیث پر کلام :

امام ابن الملقن التوضیح میں فقہ الحدیث پر بھی خاصا کلام کرتے ہیں۔ احادیث کو ذکر کرنے کے بعد ان سے مسائل مستنبط کرتے ہیں اور فقہ کے وہ مسائل جن میں اختلاف ہو انکے بارے میں ائمہ کرام کی آراء، دلائل پیش کرکے ان کا مناقشہ کرتے ہیں اور راجح مسلک کا تذکرہ کرتے ہیں

امام ابن الملقن مسائل کا استنباط کس طرح کرتے ہیں ذیل میں صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے۔

کتاب الجھاد والسیر باب تمنی الشھادۃ کے تحت حدیث سے مسائل مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وفيه: أنه – عليه أفضل الصلاة والسلام – كان يتمنى من أفعال الخير ما يعلم أنه لا يعطاهوفيه: إباحة القسم بالله على كل ما يعتقده المرء مما يحتاج فيه إلى يمين وما لا يحتاج،وفيه: أن الجهاد ليس بفرض معين على كل أحد،وفيه: أنه يجوز للإمام والعالم ترك فعل الطاعة إذا لم يطق أصحابه،وفيه: عظم فضل الشهادة؛وفيه: الولاية عند الضرورة من غير إمرة الأمير الأعظم."[28]

1. [یقیناً آپ ﷺ بھلائی کے ان کاموں کی بھی خواہش رکھتے تھے جو آپ کو معلوم تھا کہ آپ کو نہیں دی جائے گی۔
2. اللہ کے نام کی قسم اٹھانا جائز ہے۔ تمام ان کاموں میں جن میں بندہ قسم اٹھانے کا محتاج ہو یا نہ ہو۔
3. جہاد ہر فرد پر فرض معین نہیں ہے۔
4. امام اور عالم کیلئے جائز ہے کہ جب اس کے اصحاب طاقت نہ رکھتے ہوں وہ نیکی کے کام ترک کر دے۔
5. اس سے شہادت کی عظمت وفضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔
6. ضرورت کے وقت امیر اعظم کے حکم کے بغیر بھی ولایت ہو سکتی ہے۔]

کتاب التفسیر میں مختلف قراءات کا تذکرہ:

قرآن کریم کی مختلف قراءات امت میں رائج رہی ہیں۔ حضور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے پیش نظر امت نے مختلف قراءت کا اہتمام کیا ہے۔ اگرچہ اس باب میں بھی آغاز سے الگ کتب بھی لکھی گئیں اور مفسرین کرام نے بھی اپنی تفاسیر میں ان قراءات کو بالخصوص بیان کیا ہے۔ تاہم شارحین کرام نے بھی کتب حدیث کی "کتاب التفسیر" میں ان قراءت کو بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کی شرح کرتے ہوئے امام ابن الملقن نے بھی مختلف قراءات کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک امثلہ بیان کی جاتی ہیں:

سورہ مرسلات کی آیت ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ کی توضیح کرتے ہوئے "القصر" کی قراءت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرأ ابن عباس (كالقَصَر) بفتح القاف والصاد، الواحدة قصرة، قيل: وهو أصول الشجر، وقيل: أعناق النخل.

قلت: قراءة الجمهور بإسكان الصاد، واحده قصرة وقصر. وقرئ بفتح القاف وكسر الصاد. وقرئ بضمهما وبكسر القاف مع فتح الصاد وكلها لغات بمعنى." [29]

"ابن عباس نے "کالقصر" کو قاف اور صاد کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے جس کی واحد "قصرة" آتی ہے۔ درخت کی جڑ یا کھجور کے نیچلے موٹے تنے کو کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جمہور کی قراءت صاد کے سکون سے ہے۔ اسکی واحد " قصرۃ اور قصر " آتی ہے۔ اسکو قاف کے فتح اور صاد کے کسرہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔ اور ایک قراءت قاف اور صاد کے ضمہ اور قاف کے کسرہ اور صاد کے فتح کے ساتھ بھی ہے۔ ان تمام لغات کا ایک ہی معنی ہے۔"

سورۃ النساء کی آیت " ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ کے تحت ذکر کرتے ہیں:

"وقراءة ابن عباس {السَّلَامِ} باللام -كما سيأتي- وقد أسندها عبد بن حميد في "تفسيره" عنه، يحتمل أن يكون بمعنى السِّلم، وأن يكون بمعنى التسليم، والبخاري ذكر أن السلم والسلام واحد وكذا ما قبله. وقرأ نافع وابن عامر وحمزة (السلم) بغير ألف، والباقون بثبوتها ، وقوله: {مُؤْمِنًا} قرأ علي وابن عباس وغيرهما بفتح الميم الثانية مشددة اسم مفعول من أمنه "[30]

[ابن عباس نے " السلام " کو لام کے ساتھ پڑھا ہے جس کو عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں مسند بیان کیا ہے۔ اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ "سلم یا تسلیم " کے معنی میں ہو۔ امام بخاری نے یہ ذکر کیا ہے کہ "سلم اور سلام ایک ہی معنی میں ہیں۔ امام نافع، ابن عامر اور حمزہ نے " السلم " بغیر الف کے پڑھا ہے۔ جبکہ باقی قراء الف کو ثابت رکھتے ہیں۔ اور مومنا کو حضرت علی، ابن عباس اور بعض دیگر نے دوسری میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے، جو کہ " امنہ " سے اسم مفعول ہے۔

سورۃ النساء کی آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ ﴾ کے تحت "غیر اولی الضرر " کی قراءت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وقوله: ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ قرىء برفع (غير)، ونصبه ويجوز بالخفض بمعنى النَّصْب وهي قراءة نافع وابن عامر والكسائي. الاستثناء وموضع الحال أي: لا يستوي القاعدون أصحاء، والحديث دال على هذِه القراءة، ومن رفع -وهي قراءة الباقين- فعلى صفة القاعدين، أي: لا يستوي القاعدون الأصحاء والقاعدون ، ومن خفض فعلى الصفة للمؤمنين، أي: من المؤمنين الأصحاء، وهي قراءة شاذة." [31]

[﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ میں غیر کو رفع اور نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے جبکہ نصب کے معنی میں کرتے ہوئے اسکو جر سے پڑھنا بھی جائز ہے، جو کہ نافع، ابن عامر اور کسائی کی قراءت ہے۔ یعنی استثناء اور حال کی وجہ سے منصوب پڑھیں گے [تقدیری عبارت یوں ہوگی] " لایستوی القاعدون اصحاء " ، حدیث بھی اس قراءت پر دلالت کرتی ہے۔

اور باقی جنہوں نے اسکو مرفوع پڑھا ہے وہ" قاعدون" کی صفت کی وجہ سے پڑھا ہے۔یعنی " لایستوی القاعدون الاصحاء" ۔ اور جنہوں نے مجرور پڑھا ہے وہ" مومنین" کی صفت کی وجہ سے پڑھا ہے،یعنی" من المومنین الاصحاء" لیکن یہ شاذ قراءت ہے۔]

شارح نے کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں ائمہ قراء کی اسانید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قراءة ابن كثير ونافع وأبي عمرو راجعة إلى أُبي، وقراءة ابن عامر إلى عثمان، وقراءة عاصم وحمزة والكسائي إلى عثمان وعلي وابن مسعود رضي الله عنهم."[32]

[امام ابن کثیر، نافع اور ابو عمرو کی سند حضرت ابی بن کعب تک پہنچتی ہے۔ابن عامر کی حضرت عثمان تک،اور عاصم، حمزہ اور کسائی کی حضرت عثمان، علی اور ابن مسعود رضي الله عنهم تک پہنچتی ہے۔]

الفاظ کی نحوی وصرفی تحلیل :

احادیث سے مسائل کا استنباط اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب ان الفاظ کا معنی مفہوم مکمل طور پر معلوم ہو۔عربی الفاظ کے معنی کا حقیقی فہم اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب ان الفاظ کی نحوی وصرفی تحلیل واضح ہو،اگر ان الفاظ میں اس قسم کی کوئی پیچیدگی ہوتو اس کا معنی متعین کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نحو وصرف کا علم الفاظ کے اعراب اور انکی ساخت کو موضوع بناتا ہے، جن سے معانی کی تعیین میں آسانی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر دیگر شارحین کی مانند امام ابن الملقن نے شرح میں نحوی اور صرفی نکات کو بیان کیا ہے جس سے شارح کی اس میدان میں بھی کمال مہارت کا علم ہوتا ہے۔ذیل میں چند ایک امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

کتاب بدءالوحی باب کیف کان بدءالوحی کے آغاز میں ہی"باب" کا اعراب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قوله: (باب) يجوز رفعه بلا تنوين على الإضافة، وهو خبر مبتدأمحذوف، أي: هذا باب، ويجوز تنوينه،"[33]

[باب کو مضاف کرتے ہوئے بغیر تنوین کے مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے جو کہ محذوف مبتدا کی خبر ہوگی یعنی "ھذا باب" اور اس کو تنوین کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔]

اسی طرح پہلی حدیث {انما الاعمال بالنیات} پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

["انما" کا لفظ حصر کیلئے وضع کیا گیا ہے، جو کہ مذکورہ بات کو ثابت کرتا ہے اور دیگر کی نفی کرتا ہے۔ یہ اھل لغت اور اصولیوں میں جمہور کا مؤقف ہے۔

حصر کے کئی اور ادوات بھی ہیں، مثلا:

1. مبتدا کو خبر میں منحصر کر دینا، جیسے العالم زید
2. امام زمخشری کے مطابق: معمول کو مقدم کر دینا، جیسے ایاک نعبد
3. الا، اس میں اختلاف ہے۔
4. لام کی۔ جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً﴾
5. سبر و تقسیم کے ذریعے: جیسے ان لم یکن زید متحرکا فھو ساکن۔ اگر زید متحرک نہیں ہے تو وہ ساکن ہے۔

مذکورہ حدیث میں "انما" کے ساتھ ایک اور صیغہ حصر بھی ہے، وہ مبتدا اور خبر کا اس کے بعد واقع ہونا ہے۔ اور ہم نے پہلے امام بخاری کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعض اوقات "انما" کے ساتھ اور بعض جگہ پر "انما" کے بغیر روایت بیان کی ہے۔ تو ہر صورت میں اس میں حصر پایا جاتا ہے اور جب یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں تو مزید تاکید کا باعث بنتے ہیں۔][34]

اسی طرح کتاب الاسقیۃ باب اختناث الاسقیۃ کے تحت حدیث {نهى رسول الله - صلى الله عليه وسلم - عن اختناث الأسقية. يعني: أن تكسر أفواهها فيشرب منها} کی شرح بیان کرتے ہوئے "فم" کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وقوله: (أفواهها) جمع (فمًا) على أفواه؛ لأن أصل فم: فوه تقضب منه الهاء؛ لاستثقالهم اجتماع هائين في قولك: هذا فوهه بالإضافة،فحذفوا الهاء فلم تحتمل الواو الإعراب لسكونها فعرضوا بها الميم، فإذا صغرت أو جمعت رددته إلى أصله، فقلت: فويه- وأفواه، ولا تقل: أفمام."[35]

[افواہ، فم کی جمع ہے۔ فم کی اصل فوہ تھی، پھر اس سے ھاء کو ختم کر دیا گیا کیونکہ اضافت "هذا فوهه" کے وقت دو ھاء جمع ہو جاتی جو کہ ثقل کا باعث بنتی ہیں، اس لئے ھاء کو حذف کر دیا گیا اور واو ساکن تھا اس لئے اعراب کا متحمل نہ تھا، جسکی جگہ میم کو لایا گیا۔ جب اسکی تصغیر یا جمع ذکر کی جائے تو اصل صیغہ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، جیسے " فویہ اور افواہ" ، افمام نہیں کہہ سکتے۔]

کتاب الزکوۃ باب العرض فی الزکوۃ کے تحت "المصدق" لفظ کی تحلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقوله: ("ويعطيه المصدِّق عشرين درهمًا أو شاتين") هو بكسر الدال مشددة أي: العامل، ورواه أبو عبيد بفتحها مشددة أي: المالك، وخالفوه.وقال أبو موسى المديني: هو بتشديد الصاد والدال معًا والدال مكسورةٌ، وهو رب المال، وأصله: المتصدق فأدغمت التاء في الصاد؛ لتقارب مخرجهما،"[36]

["المصدق" دال کی تشدید اور کسرہ کے ساتھ ہے۔یعنی عامل[زکوۃ]۔ابوعبیدۃ نے اسکو تشدید اور فتح کے ساتھ ذکر کیا ہے یعنی اصل مالک، جبکہ دیگر ائمہ نے انکی مخالفت کی ہے۔ابو موسی المدینی کہتے ہیں کہ یہ صاد اور دال دونوں کی تشدید کے ساتھ ہے اور دال مکسور ہے۔یعنی رب المال[مال کا مالک]اور اسکی اصل یہ ہے، "المتصدق "تاء کو صاد کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے اس میں مدغم کردیا۔]

اسی باب میں "غدا" کے اعراب کی وضاحت یوں فرمائی ہے:

"ونصبَ غدًا عَلَى الظرف، وهو متعلق بمحذوف، التقدير: فاليهوديعظمون غدًا والنصارى بعد غد، وسببه أن ظروف الزمان لا تكون أخبارًا عن الجثث، فيقدر فيه معنى يمكن تقديره خبرًا، "[37]

[غدا پر نصب ظرف کی وجہ سے ہے اور یہ ایک محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیری عبارت یوں ہوگی : فالیھودیعظمون غدًا والنصاری بعد غد،]

الغرض شارح نے "التوضیح" میں جابجاالفاظ کی نحوی اور صرفی تحلیل کی ہے اور بے شمار نکات کو بیان کیا ہے۔

حدیث کے آخر میں فوائد کا تذکرہ :

امام ابن الملقن حدیث کی شرح کرتے ہوئے نہایت منظم انداز میں کلام کرتے ہیں، اگر ترجمۃ الباب پر کلام کرنا ہو تو پہلے اس پر کلام کرتے ہیں، پھر احادیث پر کلام کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو نکات میں منحصر کرکے بیان کرتے ہیں۔جیسا کہ آغاز شرح میں "باب کیف کان بدءالوحی" ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"الكلام على هذِه الترجمة من وجوه: "[38]

[اس ترجمہ پر کلام مختلف صورتوں میں ہے]

اس کے بعد اس باب کے بارے میں آٹھ نکات بیان کئے ہیں اور پھر حدیث ذکر کرکے فرماتے ہیں:

"هذا حديث حفيل جليل، وقبل الخوض في الكلام عليه ننبه على خمسة أمور مهمة:"[39]

[یہ حدیث بہت سے عظیم فوائد پر محیط ہے، اس پر کلام سے قبل ہم پانچ اہم امور کی طرف متنبہ کرتے ہیں]

ان ابتدائی پانچ امور کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"إذَا تقررت هذِه الأمور فلنرجع إلى الكلام عَلَى الحديث، وهو من ثلاثة وأربعين وجهًا:"[40]

[جب یہ تمام امور ثابت ہوگئے تو ہم حدیث پر کلام کرتے ہیں اور یہ کلام تینتالیس [43] امور پر ہوگا]

شارح نے اکثر مقامات پر یہی اسلوب اپنایا ہے، تاہم شرح میں ایسے مقامات بھی کئی ایک ہیں جہاں شارح نے انحصار کے بغیر ہی حدیث کے متعلقہ موضوعات کی گفتگو کی ہے۔اس کی ایک وجہ احادیث کا تکرار بھی ہے۔واضح رہے کہ شارح اس طرح حدیث کے متعلقہ مسائل اور ابحاث ذکر کرتے ہیں۔ بعض اوقات "اوجہ،وجہ" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، بعض اوقات "فوائد، فائدۃ " کا اور بعض اوقات "فصل "[41] کا لفظ ذکر کر کے گفتگو کرتے ہیں۔

حالات کا تذکرہ :

احادیث کے تکرار کی بناپر لامحالہ شرح میں احالہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی کافی احادیث تکرار سے آتی ہیں، امام بخاری ایک حدیث سے کئی ایک مسائل مستنبط کرتے ہوئے اسکو مختلف کتب اور مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں، جس کی بناپر اسکی ہر جگہ مکمل شرح کرنا طوالت کا باعث بنتا ہے۔احالہ جات کے متعلق انہوں نے خود مقدمہ میں وضاحت کر دی تھی کہ:

"وإذا تكرر الحديث شرحته في أول موضع، ثم أَحَلْتُ فيما بعدُ عليه، وكذا إِذَا تكررت اللفظة من اللغةِ بينتها واضحة في أول موضع، ثم أحيل بعدُ عليه، وكذا أفعل في الأسماء أيضًا."[42]

[جب حدیث تکرار سے آئے گی تو پہلی جگہ اسکی وضاحت کروں گا پھر بعد میں اسکی طرف احالہ کروں گا، اسی طرح جب لغت کا کوئی لفظ مکرر آئے گا تو اسکی بھی پہلی جگہ مکمل وضاحت کرنے کے بعد میں اسکی طرف احالہ کروں گا، اسی طرح اسماء کے بارے میں۔]

اس لئے امام ابن الملقن نے بھی شرح میں احالہ جات کئے ہیں جہاں متعلقہ باب کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور بقیہ کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

جیسا کہ کتاب العلم باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد کے تحت ذکر کرتے ہیں:

"سيأتي الكلام عَلَى هذِه المواضع في الحج فإنه أليق به."[43]

[ان باتوں پر کلام کتاب الحج میں آئے گا کیونکہ وہ جگہ اسکے زیادہ مناسب ہے]

کتاب مناقب الانصار باب مبعث النبی کے تحت ذکر کرتے ہیں:

"وراجع ما ذكرته في الحديث الرابع من باب صفة النبي - صلى الله عليه وسلم - تجد ما يشفي الغليل."[44]

[باب صفۃ النبی کی چوتھی حدیث کی مراجعت کریں یقینا آپ اس میں ایسے دلائل پائیں گے جو پیاسے کو سیر اب کر دیتے ہیں]

اسی طرح شارح حدیث کے رواۃ کے متعلق بھی کلام ایک بار ذکر کرتے ہیں، بعد میں صرف ان رواۃ پر کلام کرتے ہیں جن پر پہلے کلام نہ کیا ہو۔ اکثر رواۃ پر کلام کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کرتے ہیں:

" في التعريف برواته غير من سلف:"[45]

[ان رواۃ کا تعارف جن کا تذکرہ پہلے نہیں ہوا]

اسی طرح شارح دوران شرح اپنی دوسری کتب کی طرف بھی احالہ کر دیتے ہیں جیسا کہ کتاب مواقیت الصلوۃ باب الصلوۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس میں ذکر کرتے ہیں:

"استثنى الشافعي وأصحابه من أوقات النهي وقت الاستواء يوم الجمعة ، وحرم مكة؛ لدليل آخر ذكرته في الفروع في "شرح المنهاج" "[46]

[امام شافعی اور انکے اصحاب نے نہی کے اوقات سے جمعہ کے دن استواء شمس اور مکہ کو خارج کیا ہے کسی دوسری دلیل کی وجہ سے جس کو میں نے "شرح المنھاج" میں ذکر کیا ہے۔

کتاب الصلوۃ باب عِظَةِ الإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ وَذِكْرِ القِبْلَةِ میں فرماتے ہیں :

"إنه كان بين كتفيه عينان مثل سم الخياط، فكان يبصر بهما، ولا تحجبهما الثياب، كما ذكرته في "الخصائص""[47]

[آپ ﷺ کے کندوں کے درمیان دو آنکھیں تھی سوئی کے ناکے کی مانند [باریک تھی] آپ ﷺ انکے ساتھ دیکھتے تھے، کپڑے بھی رکاوٹ نہ بنتے، جیسا کہ میں نے " خصائص "میں ذکر کیا ہے۔]

خلاصہ بحث :

امام ابن الملقن " التوضیح " میں احادیث کی شرح کو نہایت منظم انداز سے بیان کرتے ہیں، ابن الملقن نے صحیح بخاری کی شرح میں جن چیزوں کو مد نظر رکھا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

امام بخاری قائم کردہ کتاب کی وضاحت، ترجمۃ الباب اور احادیث کے مابین مناسبت ، سند حدیث پر کلام اور رواۃ حدیث کا تذکرہ ، صحیح بخاری کے مختلف نسخوں کا تقابل ، الفاظ کی لغوی تحقیق وتوضیح ، فقہ الحدیث پر کلام ، کتاب التفسیر میں مختلف قراءات کا بیان ، الفاظ کی نحوی وصرفی تحلیل اور حدیث کے آخر میں فوائد کا تذکرہ اور اگر حدیث پہلے گزر جائے تو دوسرے مقام پر اسکی مکمل تفصیل کی طرف احالہ کردیتے ہیں۔

حواشی

[1] حاجی خلیفۃ ،مصطفی بن عبد اللہ ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون،[بغداد : مکتبۃ المثنی ، 1941ء] 554-545/1

[2] خالد الرباط ، مقدمہ التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن الملقن ،[دمشق: دار النوادر، 2008ء] 101/1

[3] احمد معبد عبد الکریم، تقدیم التوضیح ، 15/1

[4] رضوان جامع رضوان ،مقدمہ السامع والقاری فی فوائد صحیح البخاری للسخاوی،(مکتبۃ اولاد الشیخ للتراث،۲۰۰۳)ص۱۴

[5] ابن الملقن ،عمر بن علی ،سراج الدین ،التوضیح لشرح الجامع الصحیح ،[دمشق: دار النوادر، 2008ء]، 10/2

[6] ایضا،2/ 431

[7] ایضا،12/ 279

[8] ایضا ، 10/15،9

[9] ایضا،10/2

[10] ایضا،9/3

[11] الحجرات49: 10
[12] ابن الملقن ، التوضیح ، 9/3
[13] ایضا، 33/3
[14] ایضا،94،95/14
[15] ایضا، 480/2
[16] ایضا ، 493/2
[17] ایضا،437/2
[18] ایضا،16/6
[19] ایضا،355/33
[20] ایضا، 104/3
[21] ایضا،106/3
[22] مزید امثلہ کیلئے دیکھیں : التوضیح : 93/3، 359، 54/4، 159، 233، 5/ 70، 6/ 424، 520
[23] ابن الملقن ، التوضیح ،10/2
[24] ایضا،330/6
[25] ایضا، 265/32
[26] ایضا،183/3
[27] ایضا، 513/9
[28] ایضا،365/17، 366، 367
[29] ایضا،484/23
[30] ایضا،22/ 251،250
[31] ایضا،256/22
[32] ایضا،63/24
[33] ایضا، 115،116/2
[34] ابن الملقن ، التوضیح ، 171،172/2
[35] ایضا،219،220/27
[36] ایضا، 372/10
[37] ایضا ، 376/7
[38] ایضا ، 115/2
[39] ایضا،119/2
[40] ایضا،129/2
[41] ابن الملقن ، التوضیح ، 14/31، 292/7، 453/8، 9/ 606، 10/ 96
[42] ایضا، 11/2
[43] ایضا،675/3
[44] ایضا20/ 475

[45] ایضا، 343/3، 354، 392، 493

[46] ایضا،6/261

[47] ایضا:5/424۔ مزید امثلہ کیلئے:التوضیح:22/220،383،4/411